© rasailojaraid.com

سنّی کہ وہابی

عطاالحق قاسمی

میں تو اس بات پر خوش ہو رہا تھا کہ پاکستانی عوام نے مختلف فرقوں کی مساجد پر حملوں اور قتل و غارت گری سے اس امر کا ادراک کر لیا ہے کہ یہ ایک ہی گروہ ہے جو ان کا مشترکہ دشمن ہے چنانچہ وہ ایک دوسرے سے دور ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے زیادہ قریب آ گئے ہیں مگر امریکہ یاترا کے دوران مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ اب امریکہ کی ہوم لینڈ سیکورٹی کے ارکان کو ہم سے زیادہ ہمارے فرقے کی فکر ہے۔ جب ہیوسٹن ائیرپورٹ پر پی آئی اے کی فلائٹ نے لینڈ کیا تو ان میں سے کچھ مسافروں کو چھانٹ کر الگ کر لیا گیا اور ان سے پوچھ گچھ کا عمل شروع ہوا جس پر تقریباً تین گھنٹے صرف ہوئے۔ ان افراد میں میرے ہم سفر عذیر احمد بھی تھے جب کہ خوش قسمتی سے مجھے اس تفتیش سے نہیں گزرنا پڑا۔ جب عذیر احمد باہر آئے تو تھکن سے ان کا برا حال تھا اور یہ تھکن جسمانی سے زیادہ ذہنی تھی۔ ان سے پوچھا گیا تھا کہ تم سنّی ہو یا وہابی یا شیعہ ہو؟ انھوں نے جواب دیا ''میں سنّی مسلمان ہوں مگر فرقہ بازی پر یقین نہیں رکھتا''۔ دوسرا سوال تھا ''تمھارے پاس قرآن ہوگا'' عذیر احمد نے نفی میں جواب دیا تو کہا گیا ''اگر بڑا نہیں، تو چھوٹا جیبی قرآن تو تمھارے پاس ضرور ہوگا''۔ جب اس کا جواب بھی نفی میں ملا تو کچھ اسی طرح کے دوسرے سوال بھی کیے گئے۔ کچھ اسی قسم کا سلوک عمران خان سے بھی امریکی ائیرپورٹ پر روا رکھا گیا انھیں دو تین گھنٹے پوچھ گچھ کے لیے روکا گیا۔ ۱۹۷۰ء میں پہلی دفعہ امریکہ گیا تھا۔ اس کے بعد سے متعدد مرتبہ امریکہ جانے کا اتفاق ہوا، نائن الیون کے سانحہ کے بعد بھی میں دو مرتبہ امریکہ گیا، لیکن ایک مرتبہ بھی نہ مجھے کسی تفتیشی مرحلے سے گزرنا پڑا اور نہ میری جامہ تلاشی ہوئی، مگر اس دفعہ یعنی ۳۴ برسوں میں پہلی مرتبہ کسی فضائی سفر کے دوران میری جامہ تلاشی ہوئی جس میں کوئی حرج نہیں مگر طریق کار بہت توہین آمیز تھا۔ مجھے اور دیگر متعدد مسافروں کو جن کی اکثریت مسلمان تھی، لاس اینجلس جاتے ہوئے ہیوسٹن ائیرپورٹ پر باقی مسافروں سے الگ کر کے ایک علاحدہ قطار میں کھڑا کیا گیا۔ اس کے بعد باری آنے پر ایک کٹہرے میں کھڑے ہونے کے لیے کہا گیا۔ جب مجھ سے پہلے مسافر کی جامہ تلاشی کا عمل مکمل ہو گیا تو مجھے کٹہرے میں سے باہر آنے کا کہہ کر ایک ایسی جگہ پاؤں رکھنے کی ہدایت کی گئی جہاں دو پاؤں کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ پھر اس کے بعد ''ایکسر سائز'' شروع ہوگئی، پہلے میں نے دونوں بازو دائیں بائیں جانب پھیلائے، ان پر ڈیٹیکٹر پھیرا گیا، پھر ایک ٹانگ اٹھانے کے لیے کہا گیا۔ پھر دوسری ٹانگ اٹھانے کی فرمائش ہوئی۔ بیلٹ اور جوتے میں نے پہلے ہی اتار کر رکھ دیئے تھے، اس تکلیف دہ مرحلے کے بعد کہ سب لوگ آپ کو شک بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں، ہینڈ بیگ کی تلاشی کا عمل شروع ہوا، حالانکہ اسے پہلے مشین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے گزارا جا چکا تھا۔ اس میں سے ایک ایک چیز نکال کر چیک کی گئی اور آخر میں بغیر کسی معذرت کے جانے کے لیے کہہ دیا گیا۔

اس سارے عمل میں جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی ہے، وہ مذہبی امتیاز ہے۔ ''محمدؐ'' نام کے کسی مسافر کے ساتھ تو اس سے بھی زیادہ توہین آمیز سلوک ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا کہ نائن الیون کے سانحہ کا ذمہ دارا مسلمان دہشت گردوں کو قرار دیا گیا ہے اور میڈیا دن رات اس پروپیگنڈے کو ہوا دینے میں لگا رہتا ہے حالانکہ اس سانحہ میں کسی مسلمان کے ملوث ہونے کا الزام سوائے ایک مفروضے کے کچھ نہیں، امریکی ایجنسیاں اس ضمن میں ایک بھی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکیں۔ نیویارک میں مقیم ہر دل عزیز پاکستانی خالد شاہین بٹ نے اپنے ایک امریکی دوست سے بہت پتے کی بات کہی کہ اگر مسلمان نائن الیون جیسے نازک اور سائنٹفیک بنیادوں پر کیے گئے آپریشن کے اہل ہو گئے ہیں اور وہ امریکہ کی تمام تر سائنسی برتری اور ان کے حفاظتی اقدامات کو اس طرح تہہ و بالا کر کے دکھا سکتے ہیں تو پھر امریکہ کے بچنے کی کوئی امید نہیں، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ مسلمانوں سے بنا کر رکھے۔ جب ہمارے صدر مشرف فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے پاکستان سے چھ سو دہشت گرد پکڑ لئے ہیں تو اس سے پاکستان کو فائدہ نہیں شدید نقصان پہنچتا ہے کیونکہ عام امریکی اس سے یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ پاکستان دہشت گردوں کا گڑھ ہے۔ حالانکہ یہ وہ ''دہشت گرد'' ہیں جو امریکہ اور پاکستانی فوج کی مدد سے افغانستان میں روسی فوجوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔ یہ چونکہ اب افغانستان میں امریکی فوجوں کے خلاف جہاد میں مشغول ہیں لہٰذا ان کا اسٹیٹس مجاہد سے دہشت گرد کا ہو گیا ہے چنانچہ ہمارے صدر محترم کو چاہیے کہ وہ پینٹاگون اور امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے کان میں اپنی کارکردگی کی تفصیل بیان فرما دیا کریں، اسے امریکہ کے اخبارات میں مشتہر نہ ہونے دیں۔ امریکہ میں مقیم پاکستانی نائن الیون کے بعد جس دردناک اور المناک کیفیتوں سے گزرے ہیں، اس کی داستانیں سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انھیں موجودہ حکومت سے گلہ ہے کہ ان کی تابعداری امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کے کسی کام نہیں آئی، اس کا اگر کسی کو فائدہ پہنچا تو وہ حکومت ہے جس کی نوکری پکی ہو گئی ہے۔ اب تک پینتیس چالیس ہزار پاکستانی اپنا گھر بار جائیداد، اونے پونے داموں بیچ کر واپس پاکستان آ چکے ہیں۔ ان معاملات میں حکومت پاکستان کو سوچنے کی زحمت دینے کو جی نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ دماغ پر بوجھ پڑے گا!! البتہ امریکی حکومت سے گزارش ضرور کرنا ہے کہ وہ اس امر کی اچھی طرح تحقیق کریں کہ جو کچھ دنیا بھر کے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کے ساتھ ہو رہا ہے کیا یہ واقعی امریکہ کے مفاد میں ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ بخوشی یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ بصورت دیگر اس کے آگے بند لگائیں، ورنہ اس طوفان میں بہت کچھ بہہ جانے کا خطرہ ہے؟ اگر امریکی ائیر پورٹس پر وہی کچھ ہوتا رہا، جس کا اوپر کی سطور میں ذکر کیا گیا ہے اور سنّی یا وہابی والے سوالات بھی پوچھے گئے اور قرآن اور محمدؐ کے حوالے سے توہین آمیز اور اشتعال انگیز رویہ جاری رکھا گیا تو سوچیے، ایک دن اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ ☆☆☆

© rasailojaraid.com